12

حکومتِ برطانیہ کی کامیابی کے لئے دعا کی تحریک

(فرمودہ 4، اپریل 1941ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

"مَیں نے پچھلے سے پچھلے جمعہ کے موقع پر یہ کہا تھا کہ علاوہ اس دعا کی تحریک میں حصہ لینے کے جو حکومت کی طرف سے کی گئی ہے اور جس کے لئے اس نے اتوار کا دن مقرر کیا ہے۔ ہم چونکہ مسلمان ہیں اور اتوار کا دن ہمارے لئے وہ اہمیت نہیں رکھتا جو جمعہ کا دن رکھتا ہے۔ اس لئے ہم اپنے طور پر بھی دعا کے لئے جمعہ کا کوئی دن مقرر کریں گے۔ اتوار کا دن عیسائیوں اور ہندوؤں کا مذہبی تہوار ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ ہم مسلمان جو اپنے مذہب کو ان کے مذاہب سے فائق اور اعلیٰ سمجھتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ ہماری الہامی کتاب میں جمعہ کو برکت کا دن قرار دیا گیا ہے ان کے دامن کے ساتھ بندھے بندھے پھریں اور جس دن کو وہ متبرک قرار دیں اسی دن کو ہم بھی متبرک سمجھنے لگیں۔ خواہ اس قسم کی تحریک حکومت کی طرف سے ہی کیوں نہ ہو کیونکہ حکومت کے احکام بھی مذہب کے تابع ہوتے ہیں۔

پس مَیں نے کہا تھا کہ بے شک اس دن بھی دعائیں مانگی جائیں اور حکومت سے تعاون کرتے ہوئے جلسہ کر لیا جائے مگر ہم اپنے طور پر بھی دعا کے لئے جمعہ کا کوئی خاص دن مقرر کریں گے۔ چنانچہ مَیں نے تجویز کیا تھا کہ جمعہ کے دن خصوصیت سے روزہ رکھنا چونکہ پسندیدہ امر نہیں اس لئے آنے والے جمعہ یعنی

آج کے جمعہ سے ایک دن پہلے جمعرات کو تمام دوست روزہ رکھیں اور تہجد میں خاص طور پر ان فِتن کے متعلق دعائیں کریں جو موجودہ جنگ میں پوشیدہ ہیں اور نماز جمعہ کی آخری رکعت میں رکوع سے قیام کے وقت سب دوست اجتماعی طور پر دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ ان فتنوں سے دنیا کو بچائے۔ اسلام اور احمدیت کو محفوظ رکھے اور ہماری جماعت کو بھی ہر قسم کے شرور اور مفاسد سے محفوظ رکھ کر ترقی اور کامیابی عطا کرے۔

مَیں نے جیسا کہ پہلے بھی کئی دفعہ بیان کیا ہے اور اس دن بھی اختصاراً بیان کیا تھا موجودہ فتنہ میں جہاں تک عقل کام کرتی ہے اور جہاں تک حقائق ہمارا ساتھ دیتے ہیں انگریزی حکومت کی فتح اسلام اور احمدیت کے لئے زیادہ مفید نظر آتی ہے۔ کیا بلحاظ اس کے کہ انگریزی حکومت کے قوانین کے اندر یہ امر مخفی ہے کہ لوگوں کو مذہبی آزادی ملنی چاہئے اور کیا بلحاظ اس کے کہ اس وقت تک وہ ایک حد تک اس پر عمل بھی کرتی رہی ہے۔ مَیں یہ نہیں کہتا کہ اس نے اس کے خلاف کبھی عمل نہیں کیا۔ میرا مطلب صرف یہ ہے کہ اس نے کھلے بندوں مذہب میں کبھی دست اندازی نہیں کی۔ اس کے خلاف گو ہمیں واقعات پورے طور پر معلوم نہیں تاہم میں نے ہٹلر کی کتاب پڑھی ہے اور اس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مذہب میں دست اندازی کو جائز سمجھتا ہے۔ اگر یہ بات محض روائتوں تک محدود ہوتی تو مَیں سمجھ لیتا کہ ممکن ہے یہ روائتیں غلط ہوں۔ یا ممکن ہے ان کے بیان کرنے میں مبالغہ آمیزی سے کام لیا گیا ہو مگر اس بات کو کس طرح نظر انداز کیا جا سکتا ہے کہ اس نے خود اپنی کتاب مائنے کامف میں لکھا ہے کہ ایسے مذہب کو کبھی برداشت نہیں کیا جا سکتا جس میں تفصیلی شرعی قوانین موجود ہوں اور جو اس طرح عملاً حکومت کے ہاتھوں کو بند کرتا ہو اور کہتا ہو کہ یہ قانون بناؤ اور وہ قانون نہ بناؤ۔ جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ اسلام اور یہودی مذہب اور اسی طرح کے وہ تمام مذاہب جن میں ایسے احکام بیان کئے گئے ہیں جو انسانی زندگی کے ساتھ

تعلق رکھتے ہیں وہ ہٹلر کے نزدیک قابل برداشت نہیں ہیں۔ بعض بے وقوف مسلمان بلکہ بعض نادان احمدی تک یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ صرف یہودیوں کا دشمن ہے۔ حالانکہ اس کا یہود پر مظالم ڈھانا کسی اور وجہ سے نہیں بلکہ محض اس وجہ سے ہے کہ ان کی ایک شریعت ہے اور وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ شرعی احکام پر عمل کرنا ضروری ہے۔ پس یہ خیال کر لینا کہ وہ یہودیوں پر تو ظلم کرتا ہے لیکن احمدیوں پر ظلم نہیں کرے گا یا مسلمانوں پر وہ ظلم نہیں کرے گا کمال درجہ کی حماقت ہے۔ اگر یہ صحیح ہے جیسا کہ اس نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ کوئی ایسا مذہب جس میں شریعت کی تفصیلات موجود ہوں اور جو حکومت کے قانون کو مجبور کرتا ہو کہ وہ فلاں حد تک رہے اور اس حد سے آگے نہ بڑھے قطعی طور پر قابل برداشت نہیں۔ تو جب تک ہٹلر کا یہ خیال موجود ہے، جب تک جرمنی اس نظریہ پر قائم ہے اس وقت تک احمدیوں یا مسلمانوں کا یہ خیال کر لینا کہ وہ کسی وقت ناٹسی ازم کے ماتحت امن سے رہ سکتے ہیں یا فاشزم کے ماتحت امن سے رہ سکتے ہیں قطعی طور پر احمقانہ اور جاہلانہ خیال ہے اور ہر شخص جو اس بات کو جانتے ہوئے نازیوں سے ہمدردی رکھتا ہے وہ یا تو منافق ہے یا پرلے درجہ کا جاہل اور احمق ہے۔ مَیں جانتا ہوں کہ قادیان میں بعض ایسے لوگ موجود ہیں جو جرمنی سے ہمدردی رکھتے ہیں بلکہ میں اس امر کے اظہار میں بھی کوئی باک نہیں سمجھتا کہ خود ہمارے خاندان میں بعض ایسے لوگ موجود بتائے جاتے ہیں۔ (میرا ذاتی علم نہیں) مگر ایسے تمام لوگوں کی نسبت میرا یہ یقین ہے کہ یا تو وہ بے وقوفی سے اس خیال میں مبتلا ہیں اوریا پھر وہ منافق ہیں اور احمدیت کی نسبت انہیں اپنا نفس زیادہ اہم معلوم ہوتا ہے اور اپنے گندے جذبات کو وہ احمدیت پر ترجیح دیتے ہیں۔ یہ کوئی چُھپی ہوئی بات نہیں۔ ایک شخص ایک کتاب لکھتا ہے اور وہ آج تک نازیوں کے مذہب کے طور پر شائع کی جاتی ہے۔ مائنے کامف اس کا نام ہے یعنی میری کوشش، میری جد و جہد، میرے مقاصد یا مَیں کیا کرنا چاہتا ہوں۔ اس کتاب میں وہ صاف طور پر لکھتا ہے کہ یہودیوں کے متعلق

لوگوں نے مجھے کئی رنگ میں غصہ دلانا چاہا اور ان کے خلاف انہوں نے یہ بات پیش کی، وہ بات پیش کی مگر مَیں ان سب باتوں کو رد کرتا چلا گیا۔ آخر جب میں نے دیکھا کہ ان کا مذہب ایسا ہے جو اپنے اندر تفصیلی تعلیم رکھتا ہے تو مَیں نے سمجھا کہ بس یہ ایک بات ایسی ہے جس کی وجہ سے یہودیت کو برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ اگر ہم کوئی قانون بنائیں اور وہ یہودی قانون سے ٹکرا جائے تو لازماً یہودی اپنی شریعت کے قانون کو مدنظر رکھیں گے اور حکومت کے قانون کو نظر انداز کر دیں گے اور یہ بات ایسی ہے کہ جس مذہب میں بھی پائی جاتی ہو اسے کسی صورت میں برداشت نہیں کیا جا سکتا۔

اسی طرح یہ بات بھی اس کی نسبت بیان کی جاتی ہے کہ ایسے مذہب کو بھی کسی صورت میں برداشت نہیں کیا جا سکتا جس کا مرکز کسی اور حکومت کے ماتحت ہو۔ یہ بات بھی ایسی ہے جس کی اسلام اور مسلمانوں پر زد پڑتی ہے۔ کیونکہ اسلام کا مرکز مکہ ہے اور ہم اس بات کو کسی طرح برداشت نہیں کر سکتے کہ مکہ عیسائیوں کے ماتحت آ جائے یا ہٹلر کے ماتحت آ جائے یا مسولینی کے ماتحت آ جائے۔ پس اگر کوئی باغیرت مسلمان مکہ کو آزاد رکھنا چاہے گا تو وہ کسی صورت میں بھی اس حکومت سے تعاون کرنے کے لئے تیار نہیں ہو گا جس کا یہ عقیدہ ہو کہ ایسے مذہب کو برداشت نہیں کیا جا سکتا جس کا مرکز کہیں باہر ہو۔

اسلام کا مرکز تو بہرحال غیر حکومتوں کے دائرہ اثر سے ہمیشہ باہر رہے گا جب تک کہ مسلمان بے غیرت اور بے حیا نہیں بن جاتے۔ ہاں اگر اسلام اور قرآن کی محبت ان کے دلوں میں نہ رہی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کی عظمت ان کے دلوں سے اُٹھ گئی اور انہوں نے اپنے مونہوں سے بے شرم اور بے حیا بن کر کہہ دیا کہ ہم ہٹلر کے ماتحت ہی رہنا چاہتے ہیں اور اگر اسے ہمیں اپنے ماتحت رکھنے میں کوئی اعتراض ہے تو بے شک مکہ پر قبضہ کر لے یا ہم مسولینی کے ماتحت ہی رہنا چاہتے ہیں اور اگر اسے ہمیں اپنے ماتحت رکھنے میں کوئی اعتراض ہے تو بے شک

مکہ پر قبضہ کر لے۔جس دن ایسے بے حیا اور بے غیرت مسلمان پیدا ہو جائیں گے اس دن وہ بے شک مکہ پر قبضہ کر سکے گا۔لیکن جب تک مسلمانوں کی غیرت اس امر کو برداشت نہیں کرے گی اس وقت تک اگر ان میں ذرا بھی عقل کا مادہ ہوُا تووہ فیسی ازم یا نازی ازم کو کبھی برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں گے۔

انسانی خیالات بدلتے رہتے ہیں اگر کوئی شخص یہ ثابت کر دے کہ ہٹلر نے اب ان خیالات سے توبہ کر لی ہے تو ہم بھی اپنی اس رائے کو بدل لیں گے لیکن بغیر اس کے کہ کسی کو ذاتی علم یا دلائل کی بناء پر یہ دعویٰ ہو کہ ہٹلر ان خیالات کا مؤید نہیں۔اگر کوئی مسلمان یا احمدی ان واقعات کی موجودگی میں ہٹلر سے ہمدردی رکھتا ہے تو مَیں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ وہ یا تو پرلے درجہ کا احمق ہے اور یا پھر پرلے درجہ کا منافق انسان ہے۔باوجود اس کے کہ گزشتہ چھ سات سال سے پنجاب میں بعض انگریز افسروں کے ہمارے ساتھ اچھے تعلقات نہیں، باوجود اس کے کہ انہوں نے ہمارے متعلق شدید بے انصافیاں کی ہیں او رباوجود اس کے کہ انہوں نے ہمیں نقصان پہنچانے کی پوری پوری کوشش کی ہے مَیں اس قسم کی حماقت کا ارتکاب نہیں کر سکتا جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ پرائے شگون میں اپنا ناک کٹوانا۔

ہندوؤں میں یہ رواج ہے کہ بعض قسم کی عورتیں اگر نکاح یا شادی یا زچگی کے موقع پر آ جائیں تو وہ برا مناتے اور اسے اپنے لئے بدشگونی سمجھتے ہیں۔مثلاً جس عورت کا بچہ تازہ مرا ہوُا ہو اگر وہ زچگی کے ایام میں کسی دوسرے کے گھر ایسی تقریب میں چلی جائے تو اسے منحوس خیال کیا جاتا ہے۔اسی طرح اگر شادی بیاہ کے موقع پر کوئی نکٹی عورت آ جائے تو اسے بھی وہ اپنی نحوست کی علامت سمجھتے ہیں۔اسی رواج کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ایک احمق عورت تھی اس کی کسی دوسری عورت سے لڑائی ہو گئی۔اتفاقاً چند دنوں کے بعد دوسری عورت کے ہاں کوئی شادی کی تقریب آ گئی۔اس نے سوچا کہ بدلہ لینے کا طریق یہ ہے کہ مَیں اپنا ناک کٹوا کر

اس کی شادی میں چلی جاؤں تاکہ اس کی بدشگونی ہو۔ چنانچہ اس نے اپنا ناک کٹوا دیا اور دوسری کے ہاں چلی گئی۔ اب بے شک اس کی دوسری عورت کے ساتھ لڑائی تھی مگر دشمن عورت کے دل میں نحوست کا احساس پیدا کرنے اور اپنا ناک کاٹ دینے میں بھلا کوئی بھی نسبت تھی۔ بے شک اس عورت کو بھی صدمہ ہوًا ہو گا جس کے ہاں یہ نکٹی عورت گئی ہو گی مگر اس عورت کو اپنا ناک کاٹ کر جو نقصان پہنچا وہ اس سے ہزاروں درجے بڑھ کر تھا۔

پس بے شک ہمارا حکومتِ پنجاب سے جھگڑا ہے مگر ہم ایسے احمق نہیں کہ دوسروں کی بدشگونی میں ہم اپنا ناک کاٹ لیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہمیں حکومت سے شکایات ہیں، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہم یہ یقین رکھتے ہیں کہ اس نے ہم پر ظلم کیا ، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہم یہ یقین رکھتے ہیں کہ اس نے دشمن کے ساتھ مل کر ہمارے خلاف قدم اٹھایا اور یہ سب امور یقینی اور قطعی ہیں اور ہمارے پاس ایسے واضح ثبوت موجود ہیں کہ اگر ہم دنیا کے کسی ایسے جج کے سامنے ان کو رکھیں جس کا نہ ہمارے ساتھ تعلق ہو اور نہ انگریزوں کے ساتھ تعلق ہو تو نوّے فیصدی مجھے یہی یقین ہے کہ وہ ہمارے حق میں فیصلہ دے گا۔ ان کی تحریریں ہمارے پاس موجود ہیں، ان کے بیانات ہمارے پاس موجود ہیں، عدالتوں کے فیصلے ہمارے پاس موجود ہیں، کئی تصاویر ہمارے پاس موجود ہیں جن سے ان کا جرم ثابت ہوتا ہے۔

غرض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسے رنگ میں ہم نے حکومت کے کارندوں کا اس وقت مقابلہ کیا کہ ہمارے پاس ایسا قطعی اور یقینی مواد جمع ہو چکا ہے کہ اگر کسی منصف مزاج جج کے سامنے اس تمام ریکارڈ کو رکھا جائے تو وہ یقینا ہمارے حق میں ہی فیصلہ کرے گا۔ یہ الگ بات ہے کہ انگریزی عدالتوں میں ہمارے خلاف فیصلہ ہو۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے جیسے کہتے ہیں "آپے مَیں رجّی پُجّی آپے میرے بچے جیون"۔ لیکن مَیں سمجھتا ہوں اگر مثلاً کسی سمجھدار امریکن کے سامنے وہ تمام واقعات

رکھ دیئے جائیں تو وہ ہمارے حق میں ہی فیصلہ دے گا۔ لیکن باوجود اس کے یہ مخالفتیں اس عظیم الشان نتیجہ کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں جو اس جنگ سے وابستہ ہے۔ اس جنگ میں یہ خواہش کرنا کہ انگریزوں کو سزا مل جائے ایسا ہی ہے جیسے پرائے شگون میں اپنا ناک کٹوا لیا جائے اور یا پھر یہ حرکت ویسی ہی ہو گی جیسے بعض لوگ اپنے بچے کو مار کر دشمن کے گھر میں پھینک دیتے ہیں تا یہ ثابت ہو کہ ان کے بچہ کو دشمن نے مارا ہے۔

پس باوجود ان تمام باتوں کے جاننے کے مَیں سمجھتا ہوں کہ اس وقت ہمیں انگریزوں سے ہمدردی ہونی چاہئے اور ان کی کامیابی کے لئے ہمیں ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے۔ جو شخص ان باتوں میں مجھ سے زیادہ غیرت مند ہونے کا دعویٰ رکھتا ہو وہ غیرت مند نہیں بلکہ پھپھا کٹنی کہلانے کا مستحق ہے۔ کیونکہ مثل مشہور ہے "ماں سے زیادہ چاہے، پھپھا کٹنی کہلائے" جو شخص اس خلیفہ سے زیادہ جماعت کے متعلق غیرت کا مدعی ہے جس نے ہر قسم کے خطرے کا مقابلہ کیا، جس نے رات اور دن اس جنگ میں حصہ لیا اور جس نے جماعت کی عزت اور اس کے وقار کو قائم کرنے کے لئے ہر طرح کی تکلیف اٹھائی اسے ہم ایک کُٹنی تو کہہ سکتے ہیں مگر غیرت مند نہیں کہہ سکتے۔ آخر یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ کام تو سب مَیں نے کیا ہو اور سلسلہ سے محبت کا دعویٰ اسے ہو۔ اگر ایسا انسان یہ کہتا ہے کہ وہ سلسلہ کی بڑی غیرت رکھتا ہے اس لئے وہ حکومت سے تعاون نہیں کر سکتا تو مَیں اسے کہوں گا کہ تم بڑی کُٹنی ہو۔ اگر ان واقعات پر غیرت آ سکتی تھی تو مجھے آنی چاہئے تھی نہ کہ تم کو۔ غرض میرے نزدیک اگر کوئی شخص سچا احمدی ہے اور وہ اسلام سے دلی محبت رکھتا ہے، منافق یا احمق نہیں تو اس کے لئے سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہیں کہ وہ جس حد تک ہو سکے کوشش کرے کہ موجودہ جنگ میں انگریزوں کو فتح اور کامیابی حاصل ہو۔

مَیں نے بتایا ہے کہ عقلاً اور سیاستاً مَیں یہی سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں کا بلکہ

ہندوستان میں رہنے والی تمام اقوام کا فائدہ انگریزوں کی فتح میں ہے۔ مجھ سے ایک دفعہ ایک سیاسی آدمی نے سوال کیا۔ وہ سوال ایسا ہے جو اور بھی کئی لوگوں نے مجھ سے پوچھا ہے۔ حتّٰی کہ بعض احمدیوں نے بھی دریافت کیا ہے۔ مگر یہ دوست جن کا میں ذکر کرنے لگا ہوں سکھ تھے، انہوں نے مجھ سے سوال کیا کہ کیا آپ انگریزوں سے ہمدردی رکھتے ہیں؟ مَیں نے کہا ہاں۔ وہ کہنے لگے اس کی کیا وجہ ہے؟ مَیں نے کہا آپ کے لئے تو اتنی وجہ ہی کافی ہو سکتی ہے کہ انگریزی قوم اب بوڑھی ہو چکی ہے یہ لوگ آج نہیں تو کل گئے لیکن اگر ہندوستان پر حکومت کرنے کے لئے کوئی اور جوان قوم آ گئی اور اس نے ہندوستان پر قبضہ کر لیا تو وہ کم از کم پچاس ساٹھ بلکہ مزید سو سال تک ہندوستانیوں کو اپنی غلامی کے اندر رکھے گی اور ہندوستانی اپنے حقوق کے حاصل کرنے کی جدّو جہد میں بہت پیچھے رہ جائیں گے۔ یہ بات سن کر انہوں نے میرے سامنے اس وقت یہی کہا کہ آپ کی یہ بات مجھے معقول معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح اور کئی دوستوں نے وقتاً فوقتاً مجھ سے یہ سوال کیا ہے اور مَیں ہمیشہ انہیں یہی کہا کرتا ہوں کہ کوئی اول درجہ کا احمق ہی یہ خیال کر سکتا ہے کہ اٹلی اور جرمنی والے اگر جیت گئے تو وہ ہندوستانیوں سے کہہ دیں گے کہ تم اپنی جگہ خوش رہو اور ہم اپنی جگہ خوش ہیں۔ آج تک گورنمنٹوں نے کبھی ایسا نمونہ نہیں دکھایا اور ناممکن ہے کہ وہ ایسا نمونہ دکھا سکیں۔ یقیناً اگر جرمنی اور اٹلی والے جیت گئے تو جتنے ممالک پر وہ قبضہ کر سکتے ہیں ان پر وہ قبضہ کر لیں گے اور پھر ان کا قبضہ نئے سرے سے اور نئے اصول کے ماتحت ہو گا جیسے انگریزوں نے جب ہندوستان پر قبضہ کیا تو انہوں نے یہاں کے لوگوں پر بڑی بڑی سختیاں کیں اور جب غصہ نکل گیا تو اعتدال پر لے آئے۔ ورنہ غدر کے بعد انگریزوں نے جو جو کارروائیاں کی ہیں ان کا ذکر سن کر انسان کانپ اٹھتا ہے۔ اس وقت کے کئی چشم دید واقعات کا ذکر مَیں نے بھی سنا ہے۔ ہمارے اپنے پڑنانا کا حال ہماری نانی صاحبہ سنایا کرتی تھیں کہ غدر کے دنوں میں وہ سخت بیمار تھے۔ ایک دن اچانک انگریزی فوج کے

بعض سپاہی مکان کے اندر گھس آئے اور ان میں سے ایک نے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اس شخص کو بھی مَیں نے لڑتے دیکھا ہے۔ وہ بیچارے گھبرا کر کھڑے ہوئے تو ان سپاہیوں نے وہیں گولیوں سے ان کو مار ڈالا۔ تو ہم کب کہتے ہیں کہ انگریزوں نے ظلم نہیں توڑے۔ انگریزوں نے غدر کے بعد ایسے ایسے ظلم توڑے ہیں کہ ان کا ذکر سن کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ہماری نانی کے والد جو ایک دن بھی لڑائی کے لئے باہر نہیں گئے تھے۔ محض اس بناء پر کہ ایک شخص نے کہہ دیا کہ مَیں نے انہیں بھی لڑتے دیکھا تھا گولیوں سے مار ڈالے گئے۔ اسی طرح کے اَور بیسیوں واقعات ہیں۔ کوئی شخص دلّی چلا جائے اور پرانے لوگوں سے ملے تو اسے فوراً معلوم ہو جائے گا کہ کس قسم کے دردناک واقعات لوگوں کی زبانوں پر ہیں۔

تو جب کوئی قوم کسی ملک کو فتح کرتی ہے تو اپنی فتح کے غرور میں وہ بڑی بڑی سختیاں کرتی ہے۔ پھر غرور کے علاوہ اس قوم کو یہ ڈر بھی ہوتا ہے کہ اگر مفتوحین کو جلد کُچلا نہ گیا تو ممکن ہے یہ پھر بغاوت کر دیں گے۔ گویا ان کے قلوب میں اطمینان نہیں ہوتا اور ہر وقت بغاوت کا خطرہ رہتا ہے۔ اس لئے وہ حد سے زیادہ مظالم ڈھاتے او ربڑی بڑی سختیاں لوگوں پر کرتے ہیں لیکن جو حکومت دیر سے قائم ہو وہ لوگوں کی عادات سے آگاہ ہوتی ہے اس لئے وہ زیادہ سختی سے کام نہیں لیتی۔ مثلاً انگریز اب گاندھی جی کو خوب جانتے ہیں۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ فلاں مواقع پر یہ مقابلہ کرتے ہیں اور فلاں مواقع پر نہیں کرتے اس لئے وہ ان کے مقابلہ میں سختی کا طریق اختیار نہیں کرتے۔ لیکن اگر نئی حکومت ہو اور اس کے ماتحت کوئی شخص اس قسم کی حرکات کرے تو وہ فوراً کہے گی کہ اس شخص کو مار ڈالو کیونکہ اس سے ملک میں بغاوت پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح جب کوئی زبان ہلائے گا فوراً حکومت کے ارکان کہیں گے کہ اب اس کے قتل کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں۔ جیسے اٹلی نے جب لیبیا پر قبضہ کیا تو اس نے بڑے بڑے ظلم کئے عرب لوگ ان مظالم کو کثرت سے

بیان کیا کرتے ہیں۔ان کا بیان ہے کہ اٹلی نے لیبیا پر قبضہ کرنے کے بعد ہزاروں آدمی بلا وجہ مروا ڈالے اور بعض دفعہ لوگوں پر اپنی حکومت کا رعب جمانے کے لئے گھروں کے دروازوں پر لوگوں کو پھانسی پر لٹکا دیا جاتا حالانکہ ان کا کوئی قصور نہیں ہوتا تھا۔تو ہر قوم جس کی بنیاد مذہب پر نہیں ملکوں کے فتح کرنے کے بعد اسی قسم کے مظالم کیا کرتی ہے۔آخر دنیا میں ہزاروں سال کی تاریخ موجود ہے تم محمد ﷺ اور آپ کے اتباع کو چھوڑ کر یا ایک دو اور بادشاہوں کو مستثنیٰ کر کے بتاؤ تو سہی کہ کسی قوم نے کسی ملک پر قبضہ حاصل کیا ہو اور اس نے وہاں ظلم و ستم کا بازار گرم نہ کر دیا ہو۔تورات پڑھ کر دیکھ لو وہاں بھی یہی احکام ہیں کہ:۔

"جبکہ خداوند تیرا خدا انہیں تیرے حوالے کرے تو تو انہی ماریو اور حرم کیجو نہ تو ان سے کوئی عہد کریو اورنہ ان پر رحم کریو"1

" تم ان کے مذبحوں کو ڈھا دو، ان کے بتوں کو توڑو، ان کے گھنے باغوں کو کاٹ ڈالو اور ان کی تراشی ہوئی مورتیں آگ میں جلا دو۔" 2

اسی طرح لکھا ہے:۔

" جب خداوند تیرا خدا اسے تیرے قبضے میں کر دیوے تو وہاں کے ہر ایک مرد کو تلوار کی دھار سے قتل کر"3

"اور جو کچھ اس شہر میں ہو اس کا سارا لوٹ اپنے لئے لے۔"4

غرض جب کوئی قوم فاتح ہو تو وہ یہی کچھ کیا کرتی ہے اور مَیں تو نہیں سمجھ سکتا کہ کون ایسا احمق ہے جو باوجود اس کے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے وضاحت سے فرما دیا ہے کہ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَ جَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً 5 یعنی دستور اور قانون یہی ہے کہ جب کسی ملک میں نئے بادشاہ آتے ہیں تو معزز

لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں۔ پھر بھی وہ یہی کہے کہ ہمیں حکومت میں تبدیلی کی ضرورت ہے۔ دنیا میں دو قسم کی تبدیلیاں ہوا کرتی ہیں۔ ایک اندرونی تبدیلی ہوتی ہے اور ایک بیرونی تبدیلی۔ اندرونی تبدیلی کا مطالبہ تو ہمارا حق ہے اور ہم خود کہتے ہیں کہ انگریزوں نے بہت عرصہ حکومت کر لی ہے اب ہندوستانیوں کو بھی حکومت کے اختیارات ملنے چاہئیں لیکن یہ کہنا کہ انگریز چلے جائیں اور جرمن آ جائیں یہ قرآن کریم کی اس تہدید کو نظر انداز کرنا ہے کہ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً یہ خدائی قانون ہے جو کبھی نہیں بدل سکتا۔ سوائے اس کے کہ داخل ہونے والا دنیوی اصطلاح میں مَلِک نہ ہو جیسے کہ محمد صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یا آپ کے خلفاء تھے۔ وہ روحانی بادشاہ تھے دنیوی اصطلاح میں مَلِک نہیں تھے۔ اسی طرح دو چار اور لوگ جنہیں بطور استثناء پیش کیا جا سکتا ہے۔ وہ گو بادشاہ کہلاتے ہوں مگر وہ ان معنوں میں بادشاہ نہیں تھے جن معنوں میں دنیا دار بادشاہ ہوتے ہیں بلکہ درحقیقت وہ خدا تعالیٰ کے نیک بندے تھے۔ چنانچہ ساری یورپین تاریخ میں صرف ایک مثال ایسی نظر آتی ہے اور وہ مثال بھی ایسی ہے جس میں فاتح نے غیر قوموں کے مقابلہ میں اپنے آپ کو ظلم سے نہیں بچایا بلکہ اپنی قوم کے ہی ایک حصہ کے مقابلہ میں اس نے عفو اور درگزر کا سلوک کیا۔ یہ مثال ابراہیم لنکن کی ہے جو امریکہ کا پریذیڈنٹ تھا۔ اس کے عہد حکومت میں ایک دفعہ یونائیٹڈ سٹیٹس امریکہ کے ایک حصہ نے دوسرے حصہ کے خلاف بغاوت کر دی۔ جب شمالی یونائیٹڈ سٹیٹس نے جنوبی یونائیٹڈ سٹیٹس پر فتح پا لی اور وہ ایک فاتح کی حیثیت میں داخل ہونے لگا تو جرنیلوں نے فتح کا مظاہرہ کرنے کی بہت بڑی تیاری کی ہوئی تھی اور ان کی تجویز تھی کہ بینڈ بجاتے ہوئے ہم شہر میں داخل ہوں گے مگر جب ابراہیم لنکن نے ان انتظامات کو دیکھا تو اس نے اپنے جرنیلوں کو ڈانٹ دیا اور کہا کہ کیا یہ خوشی کا مقام ہے کہ امریکنوں نے امریکنوں کو قتل کیا ہے۔ لڑائی تو ہمیں مجبوراً کرنی پڑی تھی ورنہ اپنی قوم کا خون بہانا کوئی پسندیدہ بات نہیں ہو سکتی۔ پھر اس نے اپنے جرنیلوں سے کہا کہ تم پیچھے

کھڑے رہو مَیں اکیلا شہر میں داخل ہوں گا۔ چنانچہ وہ اکیلا شہر میں داخل ہؤا او رباغی فوج کے افسر کے دفتر میں جا کر اس کے ڈسک پر سر جھکا کر بیٹھ گیا اور تھوڑی دیر پُرنم آنکھوں کے ساتھ دعا میں مشغول رہ کر اٹھ کھڑا ہؤا۔

یہ تمام یورپین تاریخ میں صرف ایک مثال ہے جہاں فاتح نے مفتوح کو ذلیل کرنے کی کوشش نہیں کی۔ لیکن محمد مصطفی ﷺ کی زندگی تو اس قسم کے واقعات سے بھری پڑی ہے آپ نے جب مکہ فتح کیا تو باوجود اس کے کہ کفار مکہ سالہا سال تک آپ کو اور آپ کے صحابہؓ کو سخت سے سخت تکالیف پہنچاتے رہے تھے۔ آپ نے ان سب کو کہہ دیا کہ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ 6 جاؤ میں تم پر کوئی گرفت نہیں کرتا۔ پھر محمد ﷺ کا عفو و درگذر یہیں تک محدود نہیں بلکہ آپ نے ایک دفعہ صحابہؓ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھ پر مصر کو فتح کرے گا۔ جب تم فاتحانہ حیثیت میں اُس میں داخل ہو تو اُس وقت تم اِس بات کو یاد رکھنا کہ تمہاری دادی ہاجرہؑ مصر کی تھی۔7 اب کہاں حضرت ہاجرہؑ کا زمانہ اور کہاں صحابہؓ کا زمانہ۔ مگر اتنی دوری کے باوجود رسول کریم ﷺ نے صحابہؓ کو ہدایت فرمائی کہ تم اس تعلق کی بناء پر مصر کے لوگوں کے ساتھ نرمی سے پیش آنا۔ تم خود ہی سوچو کہ کیا تمہیں کبھی اپنے پردادا کا خیال آیا؟ کبھی نکڑ دادا کے متعلق تمہارے دل میں محبت کا کوئی جذبہ پیدا ہؤا؟ بھلا آدم کا ذکر سن کر کیا تمہارے دل میں ویسا ہی جذبۂ محبت پیدا ہوتا ہے جیسے اپنے باپ یا دادا کا ذکر سن کر پیدا ہوتا ہے؟ یہ اور بات ہے کہ چونکہ حضرت آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے اس لئے اور نبیوں کی طرح تم ان سے بھی محبت رکھو مگر جس طرح اپنے باپ یا دادا سے انسان کو محبت ہوتی ہے ویسی محبت تمہارے دل میں حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق پیدا نہیں ہوتی۔ باوجود اس کے کہ انسانی نسل کے لحاظ سے حضرت آدم علیہ السلام تمہارے دادا ہیں تمہیں کبھی ان کا ویسا خیال نہیں آیا جیسے اپنے باپ یا دادا کا خیال آجاتا ہے۔ تمہارے دل میں ان کا نام سن کر صرف ایسے ہی جذبات پیدا ہوتے ہیں جیسے حضرت کرشنؑ یا حضرت رام چندرؑ کا نام

سن کر پیدا ہوتے ہیں مگر حضرت رسول کریم ﷺ بائیس سو سال پہلے کی دادی ہاجرہؓ کا ذکر کر کے اپنے صحابہؓ کو نصیحت فرماتے ہیں کہ دیکھنا! اہل مصر سے نرم سلوک کرنا۔ تو اس قسم کا نمونہ دکھانا انبیاء کا ہی کام ہوتا ہے ورنہ عام دستور دنیا کے بادشاہوں کا یہی ہے کہ جب وہ کسی ملک میں فاتح بن کر داخل ہوتے ہیں تو بڑے بڑے ظلم کرتے اور ہزاروں لوگوں کو بے دریغ قتل کر دیتے ہیں۔

پس ان واقعات کے ہوتے ہوئے اگر کوئی شخص یہ خیال کرے کہ انگریزوں کی شکست ہمارے لئے فائدہ رکھتی ہے اور ہندوستان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی تو یہ بڑی بیوقوفی کی بات ہو گی۔ سیاسی طور پر نئی حکومتیں اس بات پر مجبور ہوتی ہیں کہ وہ لوگوں سے سختی کریں اور اس وقت حالات میں ایسا تغیر اور قلوب میں ایسی بے اطمینانی ہوتی ہے کہ چھوٹی چھوٹی بات پر وہ بڑی بڑی سخت سزا دے دیتی ہیں۔ اور مذہبی لحاظ سے میں نے بتایا ہے کہ ہٹلر نے جو اعتقاد اپنی کتاب مائنے کامف میں بیان کیا ہے وہ ایسا خطرناک ہے کہ اس کی موجودگی میں اسلام اور احمدیت اور ہٹلر کی آپس میں کبھی صلح نہیں ہو سکتی۔ وہ اپنے خیالات کو بدل لے تو اور بات ہے پھر ہمیں انگریزوں اور ہٹلر میں کوئی فرق دکھائی نہیں دے گا۔ بلکہ ہٹلر انگریزوں سے ہمیں زیادہ بہتر نظر آئے گا کیونکہ انگریز عیسائی ہیں اور ہٹلر اور اس کے ساتھی لامذہب اور ان کے جلد اسلام قبول کرنے کی امید کی جا سکتی ہے۔ مگر موجودہ صورتِ حالات میں تو اس کا عقیدہ ایسا خطرناک ہے کہ اس کی موجودگی میں ہماری اس سے صلح ہو ہی نہیں سکتی۔ پھر میرے لئے تو اس کا عملی ثبوت موجود ہے۔ مجھے کثرت سے اللہ تعالیٰ نے رؤیا دکھائی ہیں جن سے صاف پتہ لگتا ہے کہ اس وقت تک موجودہ جنگ میں اللہ تعالیٰ انگریزوں کے حق میں ہے۔ ممکن ہے وہ کل انگریزوں کی کسی حرکت پر ناراض ہو جائے مگر اس وقت تک مجھے جو رؤیا ہوئی ہیں ان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انگریزوں کے ساتھ ہے۔ مثلاً مجھے یہ دکھایا جانا کہ میرے سپرد انگلستان کی حفاظت کا کام کیا گیا ہے اور مَیں رؤیا میں ہی

برطانیہ کی کامیابی کے لئے دعا کر رہا ہوں، بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسلام اور احمدیت کے لئے انگریزوں کی فتح کو مفید سمجھتا ہے۔اب احمدی یا تو یہ سمجھیں کہ یہ خوابیں مَیں نے جھوٹے طور پر بنا لی ہیں اور اگر وہ یہ سمجھنے کے لئے تیار نہیں تو انہیں اپنے خیالات کی اصلاح کرنی چاہئے۔مجھے متواتر خوابیں آئی ہیں اور متواتر بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت انگریزوں کے حق میں ہے۔مثلاً وہی خواب جس میں مجھے امریکہ سے اٹھائیس سو جہاز بھیجے جانے کی خبر دی گئی تھی بتا رہا ہے کہ الٰہی منشاء کیا ہے۔اسی طرح خواب میں یہ سن کر کہ انگلستان خطرہ میں ہے میرا گھبرا جانا اور پھر اس آواز کا آنا کہ یہ چھ مہینے پہلے کی بات ہے اور پھر عین چھ ماہ کے بعد انگریزوں کی متواتر تائید اور نصرت ہوتے چلے جانا اس امر کا ثبوت ہے کہ اس وقت تک اللہ تعالیٰ انگریزوں کے ساتھ ہے۔

یہ خوابیں ہیں جو گزشتہ عرصہ میں مجھے متواتر آئیں۔اب ان کے خلاف مبائع ہوتے ہوئے وہی شخص طریق اختیار کر سکتا ہے جو اوپر سے تو مبائع ہو اور اندر سے منافق ہو۔ورنہ جو شخص سچی بیعت کرنے والا ہے وہ تو ان خوابوں کی صداقت میں ایک لمحہ بھر کے لئے بھی شک نہیں لا سکتا۔بلکہ اس میں سچی بیعت کا بھی سوال نہیں، ایک ہندو، ایک عیسائی اور ایک سکھ بھی جو اپنے اندر تعصب کا مادہ نہیں رکھتا ان خوابوں پر غور کر کے سمجھ سکتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ مگر وہ احمدی جو میری بیعت میں شامل ہیں انہیں تو ان خوابوں کی سچائی پر ایسا ہی یقین ہونا چاہئے جیسے سورج اور چاند پر یقین ہوتا ہے۔

پس ان تمام حالات میں کیا مذہبی لحاظ سے اور کیا سیاسی لحاظ سے ہمارا فرض ہے کہ ہم پورے طور پر انگریزوں کی مدد کریں۔ہمارے مقامی افسروں سے جو جھگڑے ہیں وہ اس عرصہ میں یا تو طے ہو جائیں گے اور اگر طے نہ ہوئے تو لوگ کہتے ہیں

یار زندہ صحبت باقی

لڑائی کے بعد ہم پھر اپنے حقوق کا سوال پیدا کر دیں گے۔ مگر موجودہ صورت حالات ایسی ہے کہ مَیں خیال کرتا ہوں اگر اس جنگ کے دوران انگریز حکام ہماری مذہبی آزادی میں بھی دست اندازی کریں جیسا کہ مجھے بعض حکام کی نیتوں کے بارہ میں خوف ہو رہا ہے کہ وہ ایسا کریں گے تب بھی ہم ان کی اس دست اندازی کو برداشت کریں گے۔ہاں جنگ کے بعد ہم ان سے قطع تعلق کر لیں گے۔

پس میرے نزدیک اگر اس وقت وہ ہماری مذہبی آزادی میں بھی دخل اندازی کریں (ایسی دخل اندازی نہیں جس سے ہمیں اپنا مذہب چھوڑنا پڑے)تو ہم اس کو برداشت کر لیں گے۔ البتہ جنگ کے بعد اپنے مذہب کی تائید میں شریعت کے قوانین کے اندر رہ کر ہمارا جو بس چلے گا ہم کریں گے۔لیکن اگر یہ صورت نہ ہو اور وہ ہمارے مذہب میں کسی قسم کی دست اندازی نہ کریں تو مَیں سمجھتا ہوں باوجود ان کی کئی قسم کی مخالفتوں کے ہمارا مذہبی، سیاسی اور اخلاقی فرض یہ ہے کہ ہم اگر مال کے ساتھ انگریزوں کی مدد کر سکتے ہوں تو مال کے ساتھ مدد کریں، زبان کے ساتھ مدد کر سکتے ہوں تو زبان سے مدد کریں، قلم سے مدد کر سکتے ہوں تو قلم سے مدد کریں، وقت کی قربانی کر کے مدد کر سکتے ہوں تو وقت کی قربانی کر کے مدد کریں اور اس طرح ایسا ماحول پیدا کر دیں جو انگریزوں کی فتح کا موجب بن جائے۔

کل میری ہدایت کے ماتحت قادیان میں بھی دوستوں نے روزہ رکھا ہے اور باہر کی جماعتوں نے بھی روزے رکھے ہوں گے۔ قادیان میں مَیں نے گنتی کرائی تھی جس سے مجھے معلوم ہوا کہ قادیان کے چار پانچ سو آدمیوں نے روزہ رکھا تھا۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ دنیا میں شاید ہی کسی اور جگہ حکومت برطانیہ کی کامیابی کے لئے اتنے لوگوں نے ایک دن روزہ رکھا ہو اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں کی ہوں۔ مگر مَیں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ قادیان کی آبادی کے لحاظ سے یہ تعداد بہت کم ہے۔ بہت سے دوستوں کو یا تو روزہ رکھنا یاد نہیں رہا یا انہوں نے اس روزہ کی اہمیت کو پورے طور پر

سمجھا نہیں۔ قادیان میں آٹھ ہزار احمدی آبادی ہے۔ بے شک ان میں نابالغ بھی ہیں، معذور بھی ہیں، بیمار بھی ہیں، بوڑھے بھی ہیں، عورتیں بھی ہیں اور پھر کچھ لوگ سفر پر گئے ہوئے ہوں گے مگر پھر بھی پانچ سو بہت تھوڑی تعداد ہے۔ میرے پاس جو رپورٹ پہنچی تھی وہ تو چار سو لوگوں کے متعلق تھی مگر چونکہ بعض رپورٹوں میں عورتوں کو گنتی میں شامل نہیں کیا گیا تھا اور بعضوں کی رپورٹ میرے پاس بعد میں بھی آتی رہی ہیں اس لئے میں نے اپنے ذہن میں یہ اندازہ لگایا ہے کہ قادیان میں قریباً 500 لوگوں نے روزہ رکھا ہے۔ مگر میرے نزدیک یہ تعداد اس بات کو ظاہر نہیں کرتی کہ لوگوں نے میری ہدایت پر پوری طرح عمل کیا ہے۔ شاید اس کی یہ وجہ ہو کہ اخبار والوں نے لوگوں کو بار بار جگایا اور ہوشیار نہیں کیا۔ مگر مَیں سمجھتا ہوں مومن کو بار بار جگانے اور ہوشیار کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی آخر رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں کون سے اخبار ہوا کرتے تھے مگر لوگ پھر بھی شوق سے عمل کرتے تھے بلکہ اخباروں نے تو موجودہ زمانہ میں میرے نزدیک لوگوں کو سست کر دیا ہے۔
بہرحال قادیان میں سے قریباً پانچ سو آدمیوں نے روزہ رکھا اور گو یہ تعداد قادیان کی آبادی کے لحاظ سے کم ہو مگر دنیا میں شاید ہی کسی اور جگہ بیک وقت اتنے آدمیوں نے حکومتِ برطانیہ کی کامیابی کے لئے کبھی روزہ رکھا ہو۔ مَیں تو خیال کرتا ہوں کہ شاید لنڈن میں بھی ایک دن میں پانچ سو آدمیوں نے اس غرض کے لئے روزہ نہیں رکھا ہو گا اور اگر ساری جماعت کے روزے شمار کئے جائیں تو ہزاروں تک تعداد پہنچ گئی ہو گی۔ پس ہماری یہ قربانی معمولی قربانی نہیں بلکہ دنیا کی تمام قوموں یہاں تک کہ انگریزوں کی قربانی سے بھی بڑھی ہوئی ہے۔ جیسا کہ اعلان کیا جا چکا ہے آج جمعہ کی نماز کی آخری رکعت میں رکوع کے بعد کے قیام میں مَیں دعا کروں گا کہ اللہ تعالیٰ موجودہ جنگ کے شدید نتائج سے دنیا کو محفوظ رکھے اور ایسے نتائج پیدا فرمائے جو اسلام اور احمدیت کے لئے مفید ہوں۔ نیز ہماری جماعت کو ان ابتلاؤں سے بچائے جو ہماری حد برداشت سے باہر ہوں اور ایسی سہولتیں پیدا فرمائے کہ ہم ان کاموں کے

کرنے سے پیچھے نہ رہ جائیں جو اسلام اور احمدیت کی ترقی کے لئے خدا تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں۔ ہمارا خیال یہی ہے کہ اسلام اور احمدیت کا فائدہ انگریزوں کی فتح میں ہے اگر ہمارا یہ خیال غلط نہیں تو خدا انگریزوں کو فتح دے اورلڑائی کو ایسی حالت میں ختم کرے جو اسلام اور احمدیت کے لئے مفید ہو۔

پس مَیں اس رنگ میں دعا کروں گا دوستوں کو چاہیئے کہ وہ بھی میرے ساتھ اس دعا میں شامل ہوں۔ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا ہے کہ ہر جمعہ کے روز خطبہ کے شروع ہونے سے لے کر نماز جمعہ کے اختتام تک ایک گھڑی ایسی آتی ہے کہ جس میں مومن بندہ اللہ تعالیٰ سے جو دعا بھی کرتا ہے وہ قبول کرلی جاتی ہے[8]۔ اسی لئے مَیں نے اس دعا کے لئے نماز جمعہ کی دوسری رکعت رکھی ہے اور مَیں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ جمعہ کے دن قبولیت دعا کی جو گھڑی آتی ہے آج وہ اپنے فضل سے اسی وقت لائے جب ہم سب مل کر اس کے حضور دعا کر رہے ہوں۔"

(الفضل 11، اپریل 1941ء)

---

1 استثناء باب 7 آیت 2 برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی لنڈن 1887ء

2 استثناء باب 7 آیت 5 برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی لنڈن 1887ء

3 استثناء باب 20 آیت 13 برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی لنڈن 1887ء

4 استثناء باب 20 آیت 14 برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی لنڈن 1887ء

5 النمل: 35

6 اَلسِّیْرَۃُ الْحَلَبِیَّۃ جلد 3 صفحہ 89 مطبوعہ مصر 1935ء

7 طبقات ابن سعد جلد ا۔ صفحہ 50 مطبوعہ بیروت 1985ء

8 بخاری کتاب الْجُمُعَۃِ باب اَلسَّاعَۃُ الَّتِیْ فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَۃِ